حضرت محمد ﷺ بطور منتظم

مولانا عبدالصبور شاکر
پھلور، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

ایک بہترین منتظم کے لیے درج ذیل صفات کا حامل ہونا ضروری ہے:

۱:......راست بازی ۲:......امانت داری ۳:......ایفائے عہد
۴:......عدل وانصاف ۵:......ثابت قدمی ۶:......پاکیزہ نظریات
۷:......رعایا کے حقوق سے بخوبی واقفیت۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان تمام خوبیوں سے نہ صرف متصف تھے، بلکہ ہر ایک خوبی کے درجۂ اتم تک پہنچے ہوئے تھے۔

اگرچہ مکی زندگی میں آپ ﷺ مشکلات کا شکار رہے، لیکن اس کے باوجود ہمیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں ایک بہترین منتظم (Administrator) کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ ذیل میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُس دور کے حسنِ انتظام کی چند ایک جھلکیاں پیش کی جارہی ہیں:

۱:......آپ ﷺ کی دعوت کے ابتدائی برس، جن میں مسلمانوں کو بہت زیادہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا (جیسے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ وغیرہ)۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ترغیب سے مخیّر حضرات نے ان حضرات کو ظلم وستم سے نکالنے کی مقدور بھر کوشش کی اور جو غلام تھے، اُنہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ گویا آپ کی نظر پہلے ہی مظلوم اور پسے ہوئے طبقہ پر تھی۔

۲:......دوسرے نمبر پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تالیفِ قلوب کی نیت سے کافر غرباء کو صدقہ وزکوۃ دینے کی ترغیب دی، تاکہ وہ لوگ مسلمانوں کے حسنِ سلوک سے متاثر ہوکر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

۳:......تیسرے نمبر پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنے پر زور دیا، چنانچہ اس

کے لیے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا گھر بطور مدرسہ تجویز ہوا اور یہاں تعلیم پانے والوں کے ذمے لگا کہ جو لوگ یہاں نہیں آسکتے، اُنہیں گھر جا کر دینِ اسلام کی تعلیم دو۔ آپ ﷺ کے انہی شاگردوں کی کوششوں سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

۴:...... مسلمانوں کی لاچاری کو دیکھتے ہوئے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو وطن چھوڑنے کی ترغیب دی کہ شاید باہر جا کر حالات اُنہیں راس آجائیں اور وہ لوگ کفار کے نرغے سے نکل کر آزادانہ زندگی بسر کرسکیں، چنانچہ آپ ﷺ کی ترغیب پر نبوت کے پانچویں سال رجب میں بارہ مرد اور چار عورتیں حبشہ کی جانب ہجرت کرگئے۔ اس طرح انہیں کفار کے ظلم وستم سے نجات ملی اور جو لوگ حبشہ نہیں جاسکے تھے، آپ علیہ السلام ان کے بارے میں بہت فکرمند تھے۔ اُن کے لیے فوری طور پر ایک ایسے ٹھکانے کی ضرورت تھی، جہاں وہ آزادی سے اپنے دین پر عمل کرسکیں، اس کے لیے آپ ﷺ نے اہل طائف سے مدد لینے کا سوچا، لیکن یہ ابدی سعادت اہلِ مدینہ منورہ کی قسمت میں لکھ دی گئی تھی۔

نبوت کے دسویں برس دو مدنی سرداروں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ اور ذکوان بن عبدقیس رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام اہلِ ایمان کے لیے خوشگوار ہوا کا جھونکا ثابت ہوا۔ اہلِ مدینہ کے اصرار پر رسول اللہ ﷺ نے دو سال بعد مسلمانوں کو مدینہ کی جانب ہجرت کا حکم فرمایا اور تیرہویں برس خود مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ یوں اسلام اور مسلمانوں کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی نصیب ہوتی گئی، لیکن اس ترقی کے پیچھے ہمیں کوئی ایسا دماغ نظر آتا ہے جس کے حسنِ تدبیر نے ایسی کایا پلٹی کہ عربوں کا اوڑھنا بچھونا، سونا جاگنا، اُٹھنا بیٹھنا، امن وجنگ حتیٰ کہ سوچنے و بولنے کے انداز تک تبدیل ہوگئے۔

آپ ﷺ کی بعثت کے وقت عرب میں ۸۶ / کے قریب قبائل آباد تھے، جن تک اسلام کی دعوت پہنچانا آپ ﷺ کا اولین مطمحِ نظر تھا، لیکن اس کے لیے سب سے پہلے کچھ ایسا کرنا ضروری تھا جو ان حضرات کو اسلام کی جانب راغب کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کیے:

مدینہ منورہ آنے کے فوراً بعد آپ ﷺ نے شہر کے آس پاس آباد قبائل سے معاہدہ کرنا اور ان میں صلح کروانا ضروری سمجھا، چنانچہ اوس، خزرج اور یہود کو اکٹھا کرکے ایک میثاق لکھا گیا جس کا بنیادی مقصد، امن اور امدادِ باہمی تھا۔ نیز ایک دستور کی بنیاد رکھی جس کی ۴۷ / دفعات تھیں۔ ان دفعات پر عمل کروانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا، لیکن آپ ﷺ نے یہ مشکل قلعہ بھی مسخر کرلیا۔ عرب کے بدوؤں کو قانون کا پابند بنانے کے لیے آپ ﷺ نے ایک بہترین طرزِ عمل اختیار کیا اور وہ تھا شخصیت کی تعمیر، کیونکہ جب تک معاشرے کے افراد متحد اور نیک سیرت نہ ہوں، اس وقت تک نہ تو کوئی

قانون پر وان چڑھ سکتا ہے اور نہ ہی امن قائم ہوسکتا ہے، لہٰذا آپ ﷺ نے فرد کی شخصیت و کردار کی تعمیر کی طرف توجہ دی، چنانچہ بیعت لیتے وقت پاکیزگی و نیک سیرتی کا وعدہ ضرور لیتے۔ نیز آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار کے مابین اُخوت کا رشتہ قائم کیا، جس سے نہ صرف ان کے مابین محبتیں بڑھیں، بلکہ ان کی معیشت بھی اُستوار ہوئی۔

وہ لوگ جنہیں لڑائی جھگڑے، عشق لڑانے اور شعر و شاعری کرنے کے سوا کچھ نہیں آتا تھا، تہذیب سے شناسا ہوگئے۔ جانی دشمن ایثار و محبت کے پیکر بن گئے۔ جاہل اوران پڑھ لوگوں میں علم کی شمعیں روشن ہوگئیں۔ ہر دم بتوں کا دم بھرنے والے توحید کے متوالے ہوگئے۔ لاقانونیت کے عادی لوگوں کی قانون دانی پر زمانہ رشک کرنے لگا۔ متکبر مزاج، عاجزی وانکساری کے پیکر بن گئے اور اونٹوں کے چرواہے بادشاہی کے گُر سکھانے لگے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دفاعی طور پر غیر مضبوط ریاستوں کی ترقی کی رفتار نہایت کم ہوتی ہے، چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ریاستِ مدینہ کے دفاع کی طرف خصوصی توجہ دی اور ایسی جنگی پالیسیاں اختیار کیں کہ دشمن کو ہر مرتبہ منہ کی کھانی پڑی، مثلاً بدر واُحد میں شہر سے باہر اور جنگ احزاب میں شہر کے اندر رہ کر اس انداز سے جنگیں لڑیں کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے۔ نیز معلومات فراہم کرنے کا نظام اور دشمن میں پھوٹ ڈلوانے کا وہ نظام اختیار کیا کہ آج بھی بڑے بڑے سپہ سالار اس پر حیران نظر آتے ہیں۔

بطورِ سپہ سالار آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر کمان ۸۸/ کے قریب جنگیں لڑی گئیں۔ یہ آپ ﷺ کے حسنِ انتظام کے ہی کرشمے ہیں کہ ان اَٹھاسی جنگوں میں مسلمانوں کا اتنا کم نقصان ہوا کہ عقل تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں ہوتی، یعنی کل ۲۵۹ مسلمان اور ۱۰۱۸ کفار قتل ہوئے، جبکہ ۶۵۶۴ کفار قیدی بنائے گئے۔ اس کے بالمقابل جدید مغربیت کی خشتِ اول یعنی جنگِ عظیم اول کو ہی دیکھ لیا جائے تو اس میں ایک کروڑ لوگ قتل ہوئے۔

معیشت وتجارت کسی بھی ریاست کی ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے۔ عوام جتنی خوشحال ہوگی، اتنی ہی آزادی سے اپنے مذہب وروایات اور تہذیب وثقافت پر عمل کر سکے گی۔ ذیل میں رسول اللہ ﷺ کے دور کی معیشت وتجارت پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ کسی بھی ریاست کے حصولِ دولت کے درج ذیل ذرائع ہوتے ہیں: مالِ غنیمت، خراج، جزیہ، فَے، تجارت، کاشت کاری، محصول، عطیات اور صدقات وزکوٰۃ، وغیرہ۔

آپ ﷺ نے نہ تو کسی پر ناجائز ٹیکس لگایا اور نہ ہی امراء کی دولت چھین چھین کر غرباء میں تقسیم کی، گویا نہ تو سرمایہ دارانہ نظام قائم کیا اور نہ ہی سوشلزم، بلکہ ایسا نظام مرتب کیا جس سے نہ صرف یہ کہ

طبقۂ غرباء کی تالیفِ قلب ہوئی، وہیں طبقۂ امراء کو بھی ریلیف ملا۔ آپ ﷺ نے زکوٰۃ وصدقات اور عشر کا تصور دیا اور پھر اس نظام کو اس ترتیب سے منظّم کیا کہ زکوٰۃ دینے والے کے لیے بھی ایک شرح مقرر کردی اور لینے والے کے لیے بھی۔ مالِ غنیمت میں ہر مسلمان کو حصہ دار بنایا اور جزیہ وخراج اور مالِ فے ریاست کی بھلائی کے لیے استعمال کیا۔ نیز تجارتی مسائل کے حل کے لیے بازار کے نگران مقرر کیے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ اس دوران آپ ﷺ نے اپنی ذات یا قبیلے کے لیے کسی قسم کی کوئی جائیداد بنانا تو درکنار ایک ٹکڑا زمین بھی ترکہ میں نہیں چھوڑا۔ اس میں ان لوگوں کے لیے عبرت کا سامان ہے جو چند دنوں کی بادشاہی ملنے کے بعد کئی نسلوں تک اپنی اولاد کو کمانے سے بے نیاز کردیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے جمہوری یا شاہانہ نظام کی بجائے شورائی نظام کو پسند فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کے دور کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے شہری نظم ونسق کو دو حصوں میں تقسیم کیا: مرکزی اور صوبائی نظم ونسق۔

مرکز میں آپ ﷺ خود بطور والیِ ریاست متمکن تھے، لیکن جب کبھی سفر کی ضرورت درپیش ہوتی تو اپنا کوئی نہ کوئی نائب مقرر کرکے جاتے، جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ، حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہم کے نام آتے ہیں۔ آپ ﷺ کے کاتبین (سیکرٹریوں) کی تعداد برہان حلبیؒ کے مطابق ۴۲ ہے۔ اور سفراء کی تعداد ۳۸، کمشنروں کی ۱۴، اور شعراء کی تعداد سینکڑوں میں ہے، جن میں سیدنا حسان بن ثابتؓ، سیدنا کعب بن زہیرؓ کے نام زیادہ مشہور ہیں۔

آپ ﷺ کے دور میں اسلامی ریاست شمال کی جانب زیادہ بڑھی۔ یہ آپ ﷺ کی حکمت عملی تھی یا قدرتی امر کہ اسی طرف روم وایران کی حکومتیں تھیں۔ اس میں ازد، یمن، حضرموت اور ہمدان جیسے صوبے تھے، جن پر مختلف اوقات میں آپ ﷺ کی جانب سے ۳۸ کے قریب گورنر متعین تھے، جنہیں آپ ﷺ نے قرآن وسنت کے دائرے میں رہتے ہوئے وسیع اختیارات عطا فرما رکھے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بناتے وقت نصیحت فرمائی کہ: ''فیصلہ کرتے وقت قرآن وسنت اور اپنے اجتہاد کو مدنظر رکھنا۔''

اس کے ساتھ ساتھ صوبہ میں ۲۵ کے قریب مقامی منتظمین اور ۱۲ عدد نقیب (خاندانی سربراہ) اور ۸ عدد قاضی متعین فرمائے، جو فیصلے کرنے میں پوری طرح آزاد تھے۔

نومسلموں کی تعلیم وتربیت کے لیے مذہبی اصلاحات بھی ضروری تھیں، چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے چند ایک صحابہؓ اور ازواج مطہراتؓ کو بطور معلم مقرر کر رکھا تھا، جن میں مفتی، ائمہ مساجد، مؤذنین بھی تھے اور امورِ حج کے لیے عتاب بن اسید، سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا۔

آپ ﷺ نے جرائم کے خاتمے کے لیے عوام وعمال دونوں کے لیے اصول وضع فرمائے، چنانچہ عوام سے فرمایا: ''تم اپنے عاملوں کو عمل سے راضی رکھو، کیونکہ عادل امام کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا سایہ نصیب ہوگا۔'' جبکہ عمال سے فرمایا کہ: ''مظلوم کی بددعا سے بچنا، کیونکہ ان کی دعا اور قبولیت میں کوئی چیز حارج نہیں ہوتی۔''

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جرائم کی سطح حیرت انگیز حد تک کم ہوگئی، چنانچہ آپ ﷺ کے دورِ حکومت میں قصاص کے محض ۲۷ واقعات رونما ہوئے۔ حدود کے ۱۸، قذف ۲، لعان ۷، ظہار ۲، شراب ۸، چوری کے ۱۵ اور طلاق کے صرف دس واقعات پیش آئے۔

آپ ﷺ نے اپنے متبعین کے لیے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک جامع مانع خطبہ ارشاد فرمایا، جو آج سے ایک ہزار چار سو اٹھائیس سال پہلے کی طرح آج بھی مشعل راہ ہے۔

آپ ﷺ جانتے تھے کہ اجتماعی زندگی کی بنیادیں تین ہیں: ۱:......جان ۲:...... مال اور ۳:......عزت، ان کا پاس کرنا جھگڑے مٹا سکتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاہلیت کی تمام رسمیں میرے قدموں کے نیچے ہیں......لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری آبروئیں قیامت تک کے لیے اسی عزت وحرمت کی مستحق ہیں جس طرح تم آج کے دن (یوم حج)، اس مہینے (ذوالحجہ) اور اس شہر (مکہ) کی حرمت کرتے ہو۔''

آپ ﷺ کے اسی حسن انتظام کو دیکھ کر مغربی مفکرین ومستشرقین دم بخود ہو کر داد دینے پر مجبور ہیں، چنانچہ موسیو اوجیل کلوفل کہتا ہے:

''جب ہم اس پر غور کرتے ہیں، جس میں پیغمبر اسلام (ﷺ) نے اپنی نبوت ورسالت کا علم بلند کیا اور جس میں ایک ایسا کامل مجموعۂ قوانین تیار کیا گیا ہے جو دنیا کی ملکی، مذہبی اور تمدنی ہدایتوں کے لیے کافی ہے، تو ہم نہایت حیران ہوتے ہیں کہ ایک ایسا عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام جس کی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے، کس طرح قائم کیا گیا ہے۔ پس ہم دل سے اقرار کرتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا مجموعۂ قوانین ہے جو ہر لحاظ سے بہتر ہے۔''

جارج برناڈ شا لکھتا ہے:

''موجودہ انسانی مصائب سے نجات ملنے کی واحد صورت یہی ہے کہ محمد ﷺ اس دنیا کے ڈکٹیٹر (راہنما) بنیں۔''

ریمنڈ لیروگ لکھتا ہے کہ:

’’نبی عربی (ﷺ) اس معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب کے بانی ہیں، جس کا سراغ اس سے قبل تاریخ میں نہیں ملتا۔ انہوں نے ایک ایسی حکومت کی بنیاد رکھی جسے تمام کرۂ ارض پر پھیلنا تھا اور جس میں سوائے عدل اور احسان کے اور کسی قانون کو رائج نہیں ہونا تھا۔ ان کی تعلیم تمام انسانوں کی مساوات، باہمی تعاون اور عالمگیر اُخوت تھی۔‘‘

بانیٔ انقلاب فرانس روسو لکھتا ہے:

’’حضرت محمد (ﷺ) ایک صحیح دماغ رکھنے والے انسان اور بلند مرتبہ سیاسی مدبر تھے، انہوں نے جو سیاسی نظام قائم کیا وہ نہایت شاندار تھا۔‘‘

ہمارے نبی ﷺ اس قابل ہیں کہ دنیا ان کے پیغام کو سمجھے اور ان کے دیے ہوئے نظام کو قبول کرے، تاکہ ملکوں میں پھیلا فساد اپنی موت آپ مرجائے۔ آج دنیا اس نظام کی اسی طرح پیاسی ہے، جیسے آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل تھی۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....